نوجوان نسل میں اخلاقی بگاڑ، اس کے اسباب اور فکرِ اقبال کی روشنی میں ان کا حل

Moral Deterioration in the Young Generation, Its Causes and Solution in the Light of Iqbal's Thought

پروفیسر ڈاکٹر صائمہ ارم

صدر شعبۂ اردو، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

فہیم ارشد

ایم فل اسکالر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، لاہور

Abstract:

The majority of our young generation is suffering from moral corruption. They are helpless in the face of invasion in the name of Western liberalism, enlightenment, industrial development and technology. They have inherited the Western cultural stare; the effects of electronic media, but the effects of internet and social media are adversative. Lack of moral training, social values, class system of education, unfair economic distribution, unemployment, secularism, promotion of negative thinking, showmanship, absence of collective ideals, dearth of right people, lack of proper guidance and hopelessness are the major factors that are highlighted in detail in this paper. It is also discussed that how all these problems can be overcome through the promotion of Iqbal's Thought. How can Iqbal's philosophy of the self, the concept of the perfect man and the love of the Prophet (P.B.U.H) brings the young generation closer to religion. Why has Iqbal compared the young man to Shaheen? What qualities must be developed in the young generation to revive the glorious traditions of the Muslim Ummah?

Keywords:

اخلاق(Akhlaq)، معاشرہ(Muashra)، نوجوان(Naujwan)، سماج(Samaj)، شاہین (Shaheen)، تہذیب(Tehzeeb)، ثقافت(Sakafat)،امید(Umeed)، مومن(Moumin)، خودی (Khudi)، عشق(Ishq)، میڈیا(Media)۔

نوجوان نسل کسی قوم کا قیمتی اثاثہ ہی نہیں، مستقبل کی اُمید بھی ہوتی ہے۔ قوموں کی ترقی و عروج کا دار و مدار نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت، علم و ہنر مندی کے ساتھ بلند کردار و اعلیٰ اخلاق پر منتج ہوتا ہے۔ جس قوم کے نوجوان سلجھے ہوئے اور باکردار ہوں گے، وہی قوم نہ صرف ترقی کرے گی بلکہ دوسری قوموں پر بھی اپنے معاشرتی اثرات مرتب کرے گی۔ تاریخ کی کتابوں کی ورق گردانی کی جائے تو نشیب میں گھری ہوئی، پستیوں میں گری ہوئی، سماجی زبوں حالی کا شکار اور اخلاقی گراوٹ میں مثال بننے والی قوموں کا زوال چیخ چیخ کر پکار رہا ہے کہ جب بھی نوجوان نسل اخلاقی پستی

کا شکار ہوئی، لہو ولعب میں ملوث ہوئی، گناہوں کی دلدل میں گری تو قوموں کا زوال شروع ہو گیا۔ اپنے گرد اگرد منظر نامے پر نگاہ دوڑائیں تو ہماری نوجوان نسل بھی اخلاقی، روحانی اور علمی کے ساتھ ساتھ سماجی زبوں حالی کا شکار نظر آتی ہے۔

جب قومیں دنیا پرستی کا شکار اور اپنی تہذیب و ثقافت سے بیزار ہو کر اپنی دینی اقدار سے فرار اختیار کرتی ہیں تو لا محالہ اخلاقی بگاڑ ان کا مقدر بن جاتا ہے۔ اس وقت مسلمان من حیث القوم اخلاقی گراوٹ کا شکار ہیں، خصوصاً نوجوان نسل میں تربیت کی اس قدر کمی ہے کہ وہ اخلاقی و سماجی بگاڑ کے ساتھ ساتھ ہیجان اور جنسی بے راہ روی کا شکار ہے۔ نوجوانوں میں نظم وضبط اور احساسِ ذمہ داری کی اس قدر کمی ہے، متلوّن مزاجی اور مایوسی کا سایہ ان کے سر پر ایسے منڈلا رہا ہے کہ آج کا نوجوان خودکشی پر مجبور ہے۔ ان حالات کی طرف علامہ اقبال پہلے ہی اشارہ کر گئے تھے۔ نظم "جوابِ شکوہ"(1) کا مندرجہ ذیل شعر اس کی عکاسی کرتا ہے:

خودکشی شیوہ تمھارا، وہ غیور و خود دار　　　تم اخوّت سے گُریزاں، وہ اخوّے پہ نثار

مغربی تہذیب کی ثقافتی چکا چوند تو انھیں ورثے میں ملی ہے، باقی ماندہ کام الیکٹرانک، سوشل میڈیا اور انٹرنیٹ نے کر دیا ہے۔ انٹرنیٹ کا گھر کی چار دیواری کے اندر شب خون مارنا اور نوجوان نسل کو اپنی فکری، نظریاتی اور تہذیبی اساس سے بے بہرہ کرنا، کس قدر خطرناک ہے، اس کا کماحقہ ادراک، اُس وقت ہمارے اہلِ علم و دانش، علماء وفقہانہ کر سکے، جب یہ گلی کوچوں سے ہوتا ہوا ہمارے آنگن میں داخل ہو رہا تھا۔ لیکن آج جب اس کے منفی اثرات کھل کر سامنے آ رہے ہیں تو ہر زبان بِلبلا رہی ہے۔ گلوبل ویلیج کا نعرہ لگا کر جس طرح مختلف تہذیبوں کا بھرکس نکالتے ہوئے، اخلاقیات کا جنازہ نکالا جا رہا ہے وہ سب کے سامنے ہے۔ جو کچھ کسر باقی تھی وہ اسمارٹ فون نے پوری کر دی ہے۔ لگتا ہے موبائل فون کمپنیاں بھی اس کام میں شیطان کی آلہ کار بنی ہوئی ہیں جو نت نئے نائیٹ پیکجز دے کر نوجوان نسل کو اس دلدل میں مزید دھکیل رہی ہیں۔

اس سب کے باوجود، وقت ہمارے ہاتھ سے پھسلا نہیں ہے، ہمیں نوجوان نسل سے مایوس نہیں ہونا چاہیے۔ بس کچھ محنت کی ضرورت ہے، ہمارے اہلِ علم کو یہ کارنامہ انجام دینا ہے کہ نسلِ نو کو واپس اپنی اساس کی طرف لانا ہے، اقبال کے لفظوں میں عناں گُستہ اونٹنی کو واپس قطار میں لانا ہے۔ ہمیں ان کے دل و دماغ سے مغربیت کے اثرات زائل کرنے ہیں۔

علامہ اقبال نے چونکہ خود یورپ میں تعلیم کی خاطر کچھ عرصہ قیام کیا اور مغربی تہذیب کو بنظرِ غائر دیکھا اور معاشرے کے ساتھ ساتھ مغربی ادب اور فلسفے کا مطالعہ بھی کیا۔ اس لیے وہاں قیام کے دوران، جلد ہی انھیں اس بات کا احساس ہو گیا کہ مغربی نظام ناپائیدار ہے اور اس کی بنیادیں کھوکھلی ہیں۔ مغربی تہذیب مصنوعی عوامل پر استوار ہے، اس کی روشنی عارضی ہے، خیرہ کر دینے والی چکا چوند کے نیچے اندھیری غار ہے۔ مسلمانوں کا مستقبل اسلام کے سوا کہیں نہیں ہے، جس کا پہلا مقام عشقِ رسول ﷺ ہے۔ اسی لیے علامہ اقبال(2) فرماتے ہیں:

خیرہ نہ کر سکا مجھے جلوۂ دانشِ فرنگ سُرمہ ہے میری آنکھ کا خاکِ مدینہ و نجف

اُس وقت بھی جس طرح، ہزاروں بلکہ لاکھوں لوگ مغربی تہذیب کی رو میں بہہ گئے لیکن علامہ اقبال وہاں سے حبِ دین وملّت کا جذبہ سرشار لے کر لوٹے اور سوئی ہوئی امت کو بیدار کیا، اسی طرح آج بھی ہم فکرِ اقبال کی ترویج اور ان کے آفاقی کلام کے ذریعے ان تمام مسائل پر قابو پا سکتے ہیں۔ علامہ اقبال کا تصورِ خودی اخلاقی بیماریوں کا علاج ہے۔ اقبال کا مردِ کامل ان خرابیوں سے مبرّا ہے۔ اقبال نے اپنے نوجوان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے۔ آج بھی ہمیں نوجوان میں شاہین کے اوصاف پیدا کرنے ہوں گے کیوں کہ اقبال کا شاہین فقر وفاقہ مست ہے لیکن کسی کے سامنے ہاتھ نہیں پھیلاتا، وہ دنیاومافیہا سے بے پرواہ ہے۔ نوجوانوں کو خودداری کا بھولا ہوا سبق دوبارہ یاد کروانا ہو گا، تاکہ امت مسلمہ کی تابناک روایات کو دوبارہ زندہ کیا جاسکے۔

2۔اخلاقی بگاڑ کے اسباب:

آیئے دیکھتے ہیں کہ نسلِ نَو میں اخلاقی بگاڑ کے کیا اسباب ہیں۔ انھیں ہم مختلف زُمروں میں تقسیم کر کے اور مختلف سطحوں پر رکھ کر دیکھ سکتے ہیں۔

(ا)مغربی تہذیب کے اثرات

آزاد خیالی، روشن خیالی، مادر پدر آزاد معاشرہ، آزادیِ رائے، لبرل ازم، سوشل ازم، احترامِ رائے جیسے الفاظ مغرب کی ہی دین ہیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی تہذیبوں میں حد درجہ تفاوت ہے۔ جسے مشرق میں بے وقوفی کی علامت سمجھا جاتا ہے، مغرب میں وہ عقل کا استعارہ ہے۔ لیکن، اس سب کے باوجود ایک صدی سے زائد مغربی غلامی کے دور میں، ایک سازش کے تحت، اس قوم میں ذہنی طور پر پسماندہ اور مغربی تہذیب سے مرعوب پَود تیار کی گئی، جو تین نسلوں سے، آج بھی ذہنی طور پر انگریز کی غلام ہے۔ ذیل میں یہ جاننے کی کوشش کی گئی ہے کہ موجودہ نسل اس نہج پر کیسے پہنچی۔

(ب) مغربی تعلیم

ایک مکتبہ فکر کے خیال میں سارے فساد کی جڑ یہ مغربی تعلیم ہے، جس نے نوجوان نسل کا بیڑا غرق کر دیا ہے۔ مغربی نظامِ تعلیم کے ہندوستان میں وارد ہونے سے پہلے اہلِ ہندوستان جاہل، گنوار یا ان پڑھ نہیں تھے جیسا کہ آج کے نام نہاد روشن خیال بیان کرتے ہیں۔ لارڈ میکالے حکومتِ برطانیہ کا افسر تھا، جو ہندوستان کے طول و عرض میں مختلف فرائض سر انجام دیتا رہا، اس نے ہندوستانی تہذیب و ثقافت اور مختلف علاقائی قومیتوں اور ذات پات کے نظام پر تحقیق کی۔ اس نے کہا کہ ہندوستان کا تعلیمی نظام بہت مضبوط ہے، اس پر خانقاہی اور روحانی اثرات ہیں جو ایک ہندوستانی کو دوسری قوموں سے اعلیٰ و ارفع بناتے ہیں، جب تلک ہم انھیں یہ نظامِ تعلیم نہیں بدلتے اور ان پر یہ باور نہیں کرواتے کہ انگریز اور انگریزی تعلیم ان سے اعلیٰ و ارفع ہیں، ہم ان کا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔ چنانچہ، انگریز نے اپنی مکّارانہ چالوں سے جہاں میدان کارزار میں ہمیں شکست دی، وہیں ہمارا نظامِ تعلیم بھی ہم سے چھین لیا۔ جس کا طرّۂ امتیاز یہ تھا کہ امیر اور غریب ایک ہی جگہ پڑھتے تھے، نصاب تعلیم ایک جیسا تھا جن میں سے ایک شیخ احمد سرہندی دینی علوم کے ماہر اور مجدد بنے، دوسرے محمد خان وزیر اعظم بنے اور تیسرے احمد خان، جنھوں نے تاج محل تعمیر کیا۔ انگریز کی برصغیر پاک و ہند میں آمد سے قبل یہاں زیادہ شاندار اور پائیدار تعمیرات ہیں۔ ہمارا معاشرہ آج سے زیادہ ترقی یافتہ، مہذب اور متمدن تھا۔ الغرض مغربی تعلیم اور طرزِ فکر نے ہمیں فائدہ کم اور نقصان زیادہ پہنچایا، علامہ اقبال(4) کے بقول:

اور یہ اہلِ کلیسا کا نظامِ تعلیم ایک سازش ہے فقط دین و مروّت کے خلاف

(ج) مخلوط تعلیم، جنسی بے راہ روی

مغربی تعلیم کا ہی تحفہ مخلوط تعلیم ہے، جب سے ہمارے معاشرے میں مخلوط تعلیم کا رواج عام ہوا ہے، معاشرہ اخلاقی گراوٹ کا شکار ہوا ہے۔ جذبات میں ہیجان کا دور دورہ ہے۔ قریب البلوغ زمانے میں طلبہ و طالبات کا میل جول جنسی بے راہ روی کا سبب بن رہا ہے۔ اسی کی وجہ سے ہماری نوجوان نسل ذہنی پسماندگی اور اخلاقی انحطاط کا شکار ہے۔ تربیت، شرم و حیا، استاد کا احترام، ساتھی طلبہ و طالبات کے ساتھ مہذب رشتہ، جذبات کا احترام، یہ سب آج کتابی باتیں لگتی ہیں۔ کسی زمانے میں "بازار حسن" ہوا کرتے تھے جہاں جسم فروشی عام سی بات تھی جس کی وجہ سے بھی معاشرہ اخلاقی انحطاط کا شکار رہا۔ معاشرے میں بہتری لانے کے لیے ان بازاروں کو بند کر دیا گیا لیکن یہ گھناؤنا کاروبار بازاروں سے نکل کر قریہ در قریہ کوٹھیوں کی زینت بنا، لیکن ختم نہ ہو سکا۔ ہوٹلوں اور کلبوں میں بھی یہ گھناؤنا دھندا آج بھی محافظوں کی سرپرستی میں چل رہا ہے۔ عوامی دباؤ کے تحت ہوٹلوں اور کلبوں پر چھاپے پڑتے تھے، لیکن حقوقِ نسواں بل

کے نام پر اس کو بھی اب قانونی حیثیت دے دی گئی ہے۔علامہ اقبال(4) نے ہمیں آج سے ایک صدی قبل اس سے خبر دار کر دیا تھا، مندرجہ ذیل شعر دیکھیے:

بے کاری و عُریانی و مے خواری و اِفلاس کیا کم ہیں فرنگی مَدنیّت کے فتوحات

(د)الیکٹرانک میڈیا

جب ٹیلی ویژن ہمارے ملک میں داخل ہوا تو یہ مثبت تفریح وتربیت اور تبلیغ کا ذریعہ تھا کہ اچانک VCR اس کی دنیامیں داخل ہوا۔ یہ کہہ کر کہ یہ تعلیم کے میدان میں معاون ثابت ہو گا۔ وہ تعلیم کیا بے ہودگی کی درسگاہ ثابت ہوئی۔ اگرچہ شروع میں اس پر پابندی عائد تھی لیکن بعد میں اس پر فیس مقرر کی گئی، ساتھ ہی بلیو پرنٹ کے چرچے زبان زدعام ہوئے۔اس کے بعد بوسٹر اور ڈش انٹینا کا دور آیا، اب براہِ راست اخلاق سوز فلمیں نوجوان نسل کی دسترس میں آگئیں جنھوں نے نوجوان طبقے کی اخلاقیات کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ علاوہ ازیں ٹی وی، کیبل کے پروگراموں، ڈراموں، انڈین اور انگریزی فلموں کے ذریعے عریانی وفحاشی کا جو سیلاب امڈ آیا ہے۔اس کے باعث انھیں اہلِ خانہ کے ساتھ بیٹھ کر دیکھنا ممکن نہیں رہا۔اسی صورتِ حال پر علامہ اقبال(5) فرماتے ہیں:

ہے دل کے لیے موت مشینوں کی حکومت احساسِ مروّت کو کُچل دیتے ہیں آلات

(ہ)انٹرنیٹ، سوشل میڈیا

اسی اثنا میں کمپیوٹر اور انٹرنیٹ نے وہ تمام اخلاق سوز مواد نوجوانوں کو چاردیواری کے اندر فراہم کر دیا جس نے تباہی کے پچھلے تمام ریکارڈ توڑ دیے۔اخلاق باختہ پورنوگرافک فلمیں دیکھنے کے اثرات یہ ہیں کہ نوجوان نسل آپے سے باہر دکھائی دے رہی ہے۔ ان کی آنکھوں میں کوئی شرم وحیا باقی نہیں رہی۔ رشتوں کا تقدس پامال ہو چکا ہے، دوست، ہم جماعت، قریبی رشتے تو درکنار استاد، شاگرد جیسا معصوم اور پاک رشتہ بھی اس کی بھینٹ چڑھ گیا ہے۔ علمی تحقیق کے نام پر جو کام نئی نسل انٹرنیٹ پر کرتی ہے اس کی حقیقت گُوگل کے ایک سروے سے واضح ہوتی ہے۔ ۲۰۱۴ء کے گُوگل سروے کے مطابق بے ہودہ اور پورنوگرافک مواد کی تلاش کرنے والوں میں پاکستان سرِفہرست تھا(6)۔ پاکستان ٹیلی کمیونی کیشن اتھارٹی نے اس سلسلہ میں مثبت قدم اٹھایا اور اب تک چار لاکھ سے زائد ویب سائیٹس بلاک کر دی گئی ہیں۔ جس نے انٹرنیٹ پر بے ہودہ اور اخلاق باختہ مواد کی تلاش خاصی مشکل بنادی ہے، ایسا کرنے سے نئی پود میں بگڑنے کے امکانات کچھ کم تو ہوئے ہیں مگر معدوم نہیں ہو پائے۔

مذکورہ بالا نکات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان عوامل کے باعث اس قوم کی نوجوان نسل تباہی کے دہانے پر ہے۔ لیکن ان میں قصور ہمارا ہے۔ مغربی دنیا ٹیکنالوجی کا مثبت استعمال کرتی ہے، لیکن ہم اس کا منفی استعمال زیادہ کرتے ہیں۔ اسی ٹیکنالوجی سے استفادہ کرتے ہوئے اہلِ مغرب آج کہاں سے کہاں پہنچ گئے، اس کا احاطہ کرنے بیٹھیں تو کتابیں مرتب ہو سکتی ہیں، لیکن ہم نے اس کو اپنی تنزلی کے لیے استعمال کیا۔ اسی صورتِ حال کا احاطہ، حضرتِ اقبال(7) کے اس شعر سے ہوتا ہے:

دنیا کو ہے پھر معرکۂ رُوح و بدن پیش تہذیب نے پھر اپنے درِندوں کو اُبھار

(و) اخلاقی تربیت کی کمی

جس معاشرے میں بدعنوانی' بدانتظامی' رشوت' اقربا پروری' مفاد پرستی کا چلن عام ہو۔ کھانے پینے کی ہر شے میں ملاوٹ' ادویات میں ملاوٹ' باہمی لین دین میں دھوکا اور فریب' بات بات پر جھوٹ بولنا' وعدہ خلافی' حقدار کا حق چھیننا' اپنی دولت کے گھمنڈ میں غریب کو حقیر سمجھنا' قانون شکنی پر فخر کرنا، حسد، حرص اور ہوس میں مبتلا ہونا معیوب نہ سمجھا جاتا ہو، نوخیز پود اس طرح کے معاشرے میں آنکھ کھولے، کچھ ہوش سنبھالے تو پتا چلے کہ صاحب اقتدار اور بااثر افراد ملکی قوانین کو توڑنے' دوسروں کے حقوق کو غصب کرنے' ملکی خزانے پر عیش کرنے اور اپنوں کو نوازنے کو اپنی بہادری اور ذہانت سے تعبیر کرتے ہیں۔ تو آپ ہی بتائیں کہ وہ کچا ذہن رکھنے والا نوجوان کیا طرزِ عمل اختیار کرے گا۔ اس سے آپ سچائی، ایمانداری، خلوص اور نیک نیتی کی توقع کیسے رکھ سکتے ہیں۔ یہ تلخ حقیقت ہے کہ ایسے میں جو بوؤ گے وہی کاٹو گے کے مصداق اس کی شخصیت پر ان تمام اخلاقی برائیوں کے ان مٹ نقوش ہی مرتب ہوں گے۔ ذرا دیکھیے اقبال(8) نے کیسے حالات کی پیش گوئی پہلے سے کر رکھی ہے، تہذیب حاضر کی کرامات کے بارے میں ارشاد فرماتے ہیں:

حیاتِ تازہ اپنے ساتھ لائی لذّتیں کیا کیا رقابت، خودفروشی، ناشکیبائی، ہوسناکی

(ز) سماجی اقدار کی زبوں حالی

مغربی نظامِ تعلیم، مخلوط تعلیم، طبقاتی نظام اور اخلاقی تربیت کی کمی کا یہ اثر ہوا کہ مغربیت کا جادو سر چڑھ کے بولنے لگا۔ مغرب سے مشابہت میں تمام حدیں پھلانگی جا رہی ہیں۔ ہم فرنگی سے تو ۱۹۴۷ء میں آزاد ہو گئے لیکن غلام اب بھی اپنے آقا کی وضع قطع اختیار کر کے اپنی ذہنی غلامی کا ثبوت دیے چلا جا رہا ہے۔ انھیں روپے سے ڈالر اچھا لگتا ہے۔ شلوار قمیص سے زیادہ پینٹ بوشرٹ میں تہذیب دکھتی ہے۔ اردو یا دوسری علاقائی زبان بولنے والا ان پڑھ، جاہل لگتا ہے۔

چادر اور چار دیواری میں گھٹن محسوس ہوتی ہے۔ مادر پدر آزاد سوچ اسی کا شاخسانہ ہے۔ ہماری سماجی قدریں اسی سیلاب میں بہہ گئی ہیں۔ خونی و اخلاقی رشتوں کا تقدس، بڑوں کا ادب، مربوط خاندانی نظام ہوا میں اڑتا جا رہا ہے۔ اقبال (9) نے آج سے سو سال قبل نوجوانوں کو دُعا کی تھی:

فروغِ مغربیاں خِیرہ کر رہا ہے تجھے　　تری نظر کا نگہباں ہو صاحبِ 'مازاغ'

(ح) طبقاتی نظامِ تعلیم

دیسی اور بدیسی کی تقسیم تو انگریز کے ہندوستان پر قابض ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو گئی تھی، انگریزی سکول، کالج کے پڑھے بابو اور صاحب کہلائے جب کہ اس کے متوازی جو مدرسہ اور خانقاہ کا پرانا نظام تھا وہ بھی چلتا رہا۔ انگریز سے آزادی تو ہم نے ۱۹۴۷ء میں حاصل کر لی لیکن انگریز کے ذہنی غلام جو مملکتِ خُداداد پر ۷۰ سال سے قابض ہیں اور اس سامراجی نظام کی حفاظت کر رہے ہیں، انھوں نے انگریزی سکولوں، کالجوں اور یونی ورسٹیوں کے نظام کو پروان چڑھایا تاکہ ان کی اولاد ان جیسی بنے۔ بعینہٖ، سرکاری سکولوں کے نظام کو اس قدر بے وقعت کر دیا گیا کہ لوگ نجی اداروں کی طرف دیکھنے پر مجبور ہو گئے۔ نیز سرکاری سکولوں کی سرپرستی، انتظامی امور میں دلچسپی نہ ہونے سے ان میں وہ سکت نہ رہی کہ تمام قوم کا بوجھ سنبھال سکیں۔ اس طرح سرکاری، نجی سکولوں اور مدرسوں، خانقاہوں پر مشتمل طبقاتی نظام کی بنیاد رکھ دی گئی۔ جدید سکولوں، کالجوں کا نصاب بھی انگلستان سے مستعار لیا گیا، جن میں ابتدائی تعلیم ہی انگریزی میں تھی۔ وہاں سے نکلنے والے نوجوان کی منزل لندن، نیویارک، فرینکفرٹ، سڈنی، ٹورانٹو کے علاوہ کیا ہو سکتی ہے۔

(ط) غیر منصفانہ معاشی تقسیم

احساسِ کمتری کی شکار، طبقاتی نظام میں پسی ہوئی نسل پر ایک ظلم اور ڈھایا گیا، جس نے اس کو مزید دلدل میں دھکیل دیا۔ وہ ہے معاش کی غیر منصفانہ بندر بانٹ۔ سامراجی طاقتوں نے ایسا معاشی نظام ترتیب دیا ہے کہ جس میں امیر اور غریب میں فرق دن بدن بڑھ رہا ہے۔ زمیندار، وڈیرے ہوں یا صنعتکار، ساہوکار، سب نے مل کر غریب کا جینا دوبھر کر دیا ہے۔ روپیہ، پیسا، دھن، دولت سمٹ کر چند خاندانوں میں بٹتی جا رہی ہے۔ لوگ روز بروز خطِ غربت سے نیچے پھسلتے جا رہے ہیں۔ غریب روز مرّہ استعمال کی کوئی چیز خریدتا ہے تو تین یا چار دفعہ ٹیکس دیتا ہے جبکہ سرمایہ دار کا لاکھوں، کروڑوں روپے کا ٹیکس، بہ یک جنبشِ قلم معاف کر دیا جاتا ہے۔ غریب آدمی ہمت کر کے اگر قرض لے لے تو اپنی جان دے کر بھی ادا کرنا پڑتا ہے، دوسری طرف صنعتکار کا کروڑوں روپے کا قرض معاف کر دیا جاتا ہے، جس کا بوجھ بھی یہ غریب آدمی ہی برداشت کرتا ہے۔ اس حوالے سے اقبال (10) فرماتے ہیں:

تُو قادر و عادل ہے مگر تیرے جہاں میں ہیں تلخ بہت بندۂ مزدور کے اوقات

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، سرکاری سکولوں اور کالجوں کا تو بُرا حال ہے، لیکن اس کے باوجود غریب کا بچّہ اگر تعلیم حاصل کر کے کسی مقام پر پہنچنے کی کوشش کرے بھی تو سفارش اور اقربا پروری کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے اور ڈگریاں اور میڈل ہاتھ میں لیے در در کی ٹھوکریں تو کھاتا لیکن اپنا حق حاصل کرنے میں ناکام رہتا ہے۔ اسی طرح غریب کے ساتھ کوئی ظلم یا ناانصافی ہو جائے تو وہ کورٹ کچہری کے چکر کاٹتا رہتا ہے، اسے انصاف نہیں ملتا۔

(ی) دنیا پرستی، تن آسانی

اقبال نے اس پہلو کی طرف کئی مقامات پر اشارے کیے ہیں۔ وہ(11) ایک مقام پر کہتے ہیں:

ترے صوفے ہیں افرنگی، ترے قالیں ہیں ایرانی لہُو مجھ کو رُلاتی ہے جوانوں کی تن آسانی

آج کی دنیا ماضی سے کہیں زیادہ پرکشش اور پر فریب ہے۔ جو سہولتیں آج ہمیں میسر ہیں اس سے پہلے اکبرِ اعظم تو کیا سکندرِ اعظم کو بھی میسر نہ تھیں۔ لیکن یہ پر آسائش زندگی گزارنے کے کچھ معیار ہیں، ان سب کی کچھ نہ کچھ قیمت ہے۔ آج رزق حلال عین عبادت ہے کہنا کمانے کی نسبت زیادہ آسان ہے۔ لیکن آج کے انسان میں حلال حرام کی تمیز ختم ہو چکی ہے۔ بس مال و زر اس قدر ملے کہ دنیا و مافیہا کی تمام سہولیات اور آسائشیں میسر آ جائیں۔ بد قسمتی سے ہم اس سانحے کا بھی مستقل سامنا کیے جا رہے ہیں۔ ہوسِ زر کس طرح انسانی اخلاقیات کی دشمن ہے اس کا اندازہ اس تنقید سے ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید(12) میں قریش کی قیادت پر کی ہے، ملاحظہ ہو:

"لیکن یہ انسان، اس کا رب جب اسے آزماتا ہے، اور عزت بخشا اور نعمتیں عطا کرتا ہے، تو کہتا ہے کہ میرے رب نے میری شان بڑھائی ہے۔ اور جب اسے آزماتا ہے اور اس کی روزی تنگ کر دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذلیل کر ڈالا۔"

نبی اکرم ﷺ (13) نے بھی اس بات کی بڑی وضاحت فرمائی ہے، فرمایا کہ:

"ہلاک ہوا، درہم اور دینار کا بندہ"

یہی بات علامہ اقبال(14) یوں فرماتے ہیں:

دِیں ہاتھ سے دے کر اگر آزاد ہو ملّت ہے ایسی تجارت میں مسلماں کا خسارا

(ک) مناسب راہنمائی کا فقدان

آج کے والدین اور اساتذہ "اصلاح احوال" کے عمل کو پسِ پشت ڈال چکے ہیں، والدین کے پاس اولاد کو دینے کے لیے پیسہ ہے، سہولتیں ہیں، آسائش ہے، برتر سماجی مرتبہ اور بڑا نام ہے لیکن وقت اور تربیت نہیں ہے۔ اس طرح اساتذہ کے پاس علم کے نام پر معلومات ہیں، گریڈ ہیں، سیمی نار ہیں، ورکشاپس ہیں، نام نہاد تربیتی، نصابی و غیر نصابی سرگرمیاں ہیں، اچھا ادارہ اور اعلیٰ ڈگری ہے لیکن تربیت نہیں ہے۔ جس کی وجہ سے نوجوانوں میں اخلاقیات، تربیت، معاشرتی رکھ رکھاؤ، احساسِ ذمہ داری اور دیگر مثبت رویوں کا فقدان ہے، جس کی وجہ سے معاشرے میں ہیجان، عدم برداشت، جنسی تشدد اور زیادتیوں کے واقعات بڑھ رہے ہیں۔ یہ والدین، اساتذہ و دیگر مصلحین کی لاپروائی اور غفلت کا نتیجہ ہیں۔

3۔اخلاقی بگاڑ کا حل، فکرِ اقبال کی روشنی میں

ان سب خرابیوں کے باوجود، جس قوم کے پاس قرآن کریم، فرقانِ حمید جیسی الہامی کتاب موجود ہو، محمد مصطفیٰ، احمد مجتبیٰ ﷺ جیسا رحمۃ للعالمین موجود ہو، علامہ اقبال سا فلسفی موجود ہو، اسے گھبرانے یا پریشان ہونے کی چنداں ضرورت نہیں ہے۔ آیئے دیکھتے ہیں کہ مفکرِ پاکستان، ان تمام مسائل کا حل کیا بتاتے ہیں۔

(ا) اقبال کا فلسفہ خودی

فلسفہ خودی کے حوالے سے اقبال(15) فرماتے ہیں:

خودی میں ڈوب کے ضربِ کلیم پیدا کر　　ہزار چشمہ ترے سنگِ راہ سے پھوٹے

علامہ اقبال کے ہاں ان تمام مسائل کا حل فلسفۂ خودی میں مضمر ہے۔ عبدالحکیم(16) اپنی کتاب "فکرِ اقبال" میں لکھتے ہیں:

"اقبال کے ہاں ذات مطلق کی ماہیت خودی ہے۔ خودی ایک انا یا ایغو کے بغیر متصور نہیں ہو سکتی۔ اس کے مطلق خودی نے ذوق نمود اور ورزش وجود میں اپنے اندر سے لاتعداد انا یا ایغو یا خودی کے مراکز خلق کیے ہیں۔"

حضرتِ اقبال نے نہ صرف اپنی خودی میں ڈوب جانے کا درس دیا بلکہ تربیتِ خودی کے تین مراحل بھی بیان کیے، ا۔ اطاعت، ۲۔ ضبطِ نفس اور ۳۔ نیابتِ الٰہی ہے۔ اطاعت سے مراد فرائض کی بلاچون وچرا بجا آوری اور شریعتِ الٰہیہ کی عملی پیروی کا نام ہے۔ نفسانی خواہشات اور ذاتی اغراض پر قابو پانا ضبطِ نفس جبکہ نیابتِ الٰہی انسان کی تخلیق کے مقصد اور

اس کے حصول کے لیے سرگرمِ عمل رہنا اور اس راہ میں پیش آنے والی مزاحمتوں سے برسرِ پیکار رہنے کا نام ہے
اقبال(17)کے بقول:

اُس قوم کو شمشیر کی حاجت نہیں رہتی ہو جس کے جوانوں کی خودی صُورتِ فولاد

جاوید اقبال(18)"خودی اور اقبال" کے بارے میں فرماتے ہیں:

"اقبال کے ہاں ان کی فکر کا مرکزی نقطہ "خودی" ہے، جس کے اردگرد(18)ان کے تمام افکار گردش کرتے ہیں، اسی بنا پر انھیں پیامبر خودی کہا جاتا ہے"۔

حکیمی، نا مسلمانی خودی کی کلیمی، رمزِ پنہانی خودی کی
تجھے گُر فقر و شاہی کا بتا دوں غریبی میں نگہبانی خودی کی!

(ب)فقر وفاقہ مستی

علامہ اقبال فقر وفاقہ مستی کے داعی تھے نہ کہ دولت ورعنائی کے، وہ نوجوانوں کی تن آسانی، بے پروائی، دولت کی کشش، فرنگیانہ عادات واطوار سے بہت کُڑھتے تھے۔ ان کی تربیت ایک صوفی منش، سادہ، فقیر گھرانے میں ہوئی، فقر، عاجزی وانکساری کا درس ان کو ماں کی گود سے ملا۔ یہی تعلیم انھوں نے اپنے کلام کے ذریعے، نسلِ نو کی دی۔ اسلامی نشأۃِ اول میں صوفی اور فقیروں کی جو عزت اور تکریم کی جاتی تھی کہ خلیفہ وقت، ان کی خانقاہوں، آستانوں پہ حاضری دیتے تھے۔ انھی صوفیہ، فقرا، اولیا کے شاگردوں میں بو علی سینا، الخوارزمی، ابن رشد، ابن الہیثم جیسے سائنس دان، ماہرِ طب و جراحی پیدا ہوئے۔ آج بھی ہمیں اسی سوچ و فکر کو پروان چڑھانا ہے۔ قوموں کی نجات دولت میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاقی اقدار میں ہے۔ نژادِ نَو کو ہوس، لالچ، طمع، خوف، بھیک، غلام سوچ اور بے جا حسد کے چُنگل سے نکالنا ہوگا، اسی میں قوموں کی ترقی کا راز مضمر ہے۔

(ج)شاہین کی خصوصیات

حضرتِ اقبال نے امتِ مسلمہ کے نوجوان کو شاہین سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن علامہ اقبال نے نوجوان کو شاہین سے ہی کیوں تشبیہ دی ہے؟ آخر شاہین میں کیا صفات موجود ہیں جو وہ نوجوانوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اپنے(19)ایک خط میں شاہین کی یہ خصوصیات بیان کی ہیں: "شاہین بلند پرواز ہے، دُور اندیش ہے، تیز نگاہ ہے، مردار نہیں کھاتا، آشیانہ نہیں بناتا"۔

گزر اوقات کر لیتا ہے یہ کوہ و بیاباں میں		کہ شاہیں کے لیے ذلّت ہے کارِ آشیاں بندی

اب جب ہم شاہین کی ان خصوصیات کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں درس ملتا ہے کہ ہماری زندگی کا مقصد اعلیٰ و عرفہ ہو، اس کی نظر آسمان پر ہو، اونچی اُڑان بھرے، رستے میں آنے والی رکاوٹوں کی پرواہ نہ کریے، وقتی پریشانیوں، مصیبتوں سے نہ گھبرائے۔ تیز نگاہ سے مراد کھرے، کھوٹے کی تمیز کرے، دوسروں کے اہداف و مقام پر نظر نہ رکھے، یعنی اپنا شکار خود کرے نہ کہ مردار یا دوسروں کے شکار پر نظر رکھے۔ آشیانہ نہ بنانے کا مطلب، دنیا سے بیزاری ہے۔ یہی ہمارے پیارے نبی ﷺ کی تعلیمات کا سبق ہے کہ اس دنیا میں مسافر کی طرح رہو اور توشۂ آخرت اکٹھا کرو تاکہ ابدی زندگی میں سرخرُو ہو سکو۔ اقبال (20) کے بقول:

پرواز ہے دونوں کی اسی ایک فضا میں		کرگس کا جہاں اور ہے، شاہیں کا جہاں اور

(د) شاندار و تابناک ماضی سے جوڑنا

علامہ اقبال کو شروع سے ہی ادراک تھا کہ برصغیر پاک وہند کا مسلمان خوف، نااُمیدی، مایوسی، بے حسی اور غلامی کی چکی میں پس رہا ہے۔ اُمید کی کوئی کرن انھیں نظر نہیں آرہی، اس لیے شترمرغ کی طرح سر زمین میں دبائے کسی معجزے کے انتظار میں ہے۔ ایسے میں اقبال نے نہ صرف مستقبل کی امید دکھائی بلکہ اس مردہ قوم کو شاندار ماضی کی یاد دلائی کہ کس طرح مشرق و مغرب میں مسلمانوں کی حکومت تھی۔ انھوں (21) نے یہ باور کروایا کہ وہ تمھارے ہی آباء تھے، آج تم ان جیسا ایمان پیدا کرو تو آج بھی دنیا پر تمھاری ہی حکومت ہو گی:

سبق مِلا ہے یہ معراجِ مصطفیؐ سے مجھے		کہ عالمِ بشریّت کی زد میں ہے گردُوں

(ہ) سنہرے، روشن مستقبل کی امید

ماہرین اقبال انھیں مستقبل کا شاعر گردانتے ہیں، جہاں اقبال نے مسلم اُمّہ کو اس کی عظمتِ رفتہ سے روشناس کرایا، وہیں روشن مستقبل کی امید سے نوجوانوں کو ولولۂ تازہ دیا۔ اقبال کو نسلِ نَو سے بہت امیدیں وابستہ تھیں، وہ (22) اُمت کے مستقبل سے مایوس نہیں تھے:

کریں گے اہلِ نظر تازہ بستیاں آباد		مری نگاہ نہیں سُوئے کوفہ و بغداد

(و) عشقِ رسول ﷺ

درِ دل مسلم مقام مصطفیؐ است آبرو ما ز نام مصطفیؐ است (23)

اس حوالے سے فقیر (24) لکھتے ہیں:

"ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم کی سیرت اور زندگی کا سب سے زیادہ ممتاز، محبوب اور قابل قدر جذبہ عشق رسول ﷺ ہے۔ ذات رسالت مآب ﷺ کے ساتھ انھیں جو والہانہ عقیدت تھی اس کا اظہار ان کی چشم نمناک اور دیدۂ تر سے ہوتا تھا کہ جہاں کسی نے ان کے سامنے حضور ﷺ کا نام لیا ان پر جذبات کی شدت اور رقت طاری ہو گئی اور آنکھوں سے بے اختیار آنسو رواں ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ کا نام آتے ہی اور انؐ کا ذکر چھڑتے ہی اقبال بے قابو ہو جاتے تھے۔۔۔ اقبال کی شاعری کا خلاصہ، جوہر اور لب لباب عشق رسول ﷺ اور اطاعت رسول ﷺ ہے۔"

خود اقبال نے "اسرارِ خودی" میں جس طرح کامیابی کا راستہ عشقِ رسول ﷺ میں بتایا ہے، اس کا مفہوم ناموس (25) نے مندرجہ ذیل سطور سے واضح ہے:

"اسلام آسمانی مذاہب کی آخری کڑی ہے اور اس میں تمام صفات موجود ہیں جو اس سے پہلے مذاہب میں فرداً فرداً موجود تھیں۔ مگر مسلمان کی حالت بہت پست ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ وہ اپنے مذہب اور روایات سے دور ہٹ گیا ہے۔ مسلمان نے اپنے دل میں عیسوی موسوی اور دیگر اقوام اور ان کے ادبیات کی محبت پیدا کر لی ہے۔ رسول عربی ﷺ کا عشق ہی مسلمانوں کے لیے کامیابی کا راستہ ہے۔ تم اپنے آپ سے اس قدر غافل کیوں ہو گئے ہو۔ میں تمہیں پرانی عظمت یاد دلاؤں گا اور اُس عشقِ نبوی ﷺ اور ایمانِ محکم کی طرف مائل کروں گا تاکہ تمھارا مستقبل روشن ہو، کامیاب ہو اور تم دنیا میں آزاد رہ کر صاحبِ طاقت و سلطنت بن سکو۔"

"پیامِ مشرق" میں اقبال (26) کا یہ پیغام ایک واضح دلیل ہے:

ہر کہ عشق مصطفیؐ سامانِ اوست بحر و بر در گوشۂ دامانِ اوست

(ز) محبتِ قرآن

عشقِ رسول ﷺ کے ساتھ ساتھ محبتِ قرآن کا جذبہ بھی آپ کے سینے میں بحر بے کراں کی مانند موجزن تھا۔ اقبال کی شخصیت کی عمارت انھی دو ستونوں پر استوار تھی۔ "رموزِ بے خودی" میں جو دعویٰ اقبال نے کیا ہے وہ بہت

بڑا ہے، جو قرآن سے بے لوث محبت اور اسلام سے انسیّت ظاہر کرتا ہے۔ اقبال (27) کی "رموزِ بے خودی" کے چند مسلسل اشعار میں سے دو شعر دیکھیے:

گر دلم آئینۂ بی جوہر است ور بحرفم غیر قرآن مضمر است
روز محشر خوار و رسوا کن مرا بی نصیب از بوسۂ پا کن مرا

آخری شعر میں کس قدر خلوص ہے کہ اگر میں قرآن کے سوا کچھ کہوں تو مجھے ختم کر دیا جائے اور قوم کو میرے شر سے محفوظ رکھا جائے۔ نیز مجھے قیامت کے دن اپنی بوسہ پا سے محروم کر دیا جائے (28)۔ اس ضمن میں قرشی (29) لکھتے ہیں:

"قرآنِ کریم سے ان کو بے حد شغف تھا۔ وہ بچپن سے بلند آواز سے قرآن پڑھنے کے عادی تھے۔ قرآن کریم پڑھتے ہوئے وہ بے حد متاثر معلوم ہوتے تھے۔ آواز بیٹھ جانے کا اُنھیں سب سے زیادہ قلق تھا کہ وہ قرآنِ کریم کو بلند آواز سے نہیں پڑھ سکتے۔ بیماری کے دنوں میں بھی جب کبھی کسی نے قرآنِ کریم کو خوش الحانی سے پڑھا تو (علامہ صاحب کے) آنسو جاری ہو گئے اور ان پر لرزش و اہتزاز کی کیفیت طاری ہو گئی۔"

فاروقی (30) لکھتے ہیں:

"علامہ اقبال اپنے مشہور و معروف خطبات میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ صوفیۂ اسلام میں ایک بزرگ کا قول ہے کہ جب تک مومن کے دل ہر بھی کتاب (قرآنِ حکیم) کا نزول ویسا ہی نہ ہو جائے جیسا کہ آنحضرت ﷺ پر ہوا تھا، اس کا سمجھنا محال ہے۔"

مذکورۃ الصدر قول کے مفہوم کا علامہ اقبال (31) نے "بالِ جبریل" میں بیان کیا ہے:

ترے ضمیر پہ جب تک نہ ہو نزولِ کتاب گِرہ کُشا ہے نہ رازی نہ صاحبِ کشّاف

ڈاکٹر غلام مصطفیٰ خان نے کلامِ اقبال پر گراں قدر کام کیا ہے۔ ان کی کتاب "اقبال اور قرآن" کو پہلا صدارتی اقبال ایوارڈ ملا۔ اس میں انھوں نے اقبال کے ان اشعار کی نشاندہی کی ہے کہ جو بلا واسطہ قرآن کی آیات کی مفہوم ہیں، نیز اس کلام کا احاطہ کیا ہے جس کا بالواسطہ تعلق قرآن سے ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ کرنے سے یہ بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ علامہ اقبال کو قرآن سے کس قدر لگاؤ تھا، اسی لیے انھوں نے کامیابی کا راز دین کی طرف لوٹنے، اس پر عمل کرنے اور دین پر عمل کر کے زندگی گزارنے میں ہی بتایا ہے۔ اُن کا یہ شعر (32) ملاحظہ ہو:

قوموں کے لیے موت ہے مرکز سے جُدائی ہو صاحبِ مرکز تو خودی کیا ہے، خدائی!

(ح)اقبال کامردِ مومن

علامہ اقبال کے تصورِ مردِ کامل کا تجزیہ کریں تو منکشف ہوگا کہ علامہ نے مردِ فقیر، مردِ مومن، مردِ حق، مردِ آفاقی، بندۂ مومن، بندۂ حق، بندۂ حُر، بندۂ آفاق، جیسے القابات سے نوازا ہے۔ جاوید اقبال(33)اپنی کتاب "افکارِ اقبال" میں یوں رقمطراز ہیں:

"اقبال کے نزدیک رسولِ اکرم ﷺ انسانِ کامل تھے اور آنحضرت ﷺ کے نقشِ قدم پر چلنے سے ہر مسلمان انسانِ کامل بن سکتا ہے۔"

اسی طرح خان(34)نے "روحِ اقبال" میں اقبال کے مردِ مومن کے حوالے سے یوں لکھا ہے:

"اپنے نفس میں فطرت کی تمام قوتوں کو مرتکز کرنے سے مردِ مومن میں تسخیر عناصر کی غیر معمولی صلاحیتیں پیدا ہو جاتی ہیں۔ جن کے باعث وہ اپنے آپ کو نیابتِ الٰہی کا اہل ثابت کرتا ہے۔"

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان، نئی آن گُفتار میں، کردار میں، اللہ کی برُہان!
قہّاری و غفّاری و قدّوسی و جبروت یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان(35)

4۔حاصلِ کلام

اس تمام بحث کا اختتام اسی بات پر ہوتا ہے کہ نسلِ نَو کو دورِ حاضر کے مصنوعی سحر، مغربی تہذیب کی رنگینیوں، نام نہاد جادُوانہ انداز کی غارت گری سے نکال کر انٹرنیٹ اور سوشل میڈیا کا مثبت استعمال کرتے ہوئے، دینِ اسلام کی طرف واپس لانا ہوگا، اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوطی سے ان کے ہاتھ میں پکڑانا ہوگا۔ والدین، اساتذۂ کرام، اکابرینِ معاشرہ اور علما و ائمۂ کرام کو اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے آگے بڑھنا ہوگا۔ نسلِ نَو کی تربیت کا بیڑا آخر انھی کو تو اُٹھانا ہے۔ ہم کب تک اسی طرح بے حس ہو کر قوم کی بربادی کا تماشا دیکھتے رہیں گے۔ علامہ اقبال نے جا بجا اپنے بیٹے جاوید سے مخاطب ہو کر اصل میں ہماری نسلِ نَو سے ہی خطاب کیا ہے۔

حضرتِ اقبال نوجوانوں کو یہ درس دیتے ہیں کہ تُو قومِ رسولِ ہاشمی ﷺ کا فرزند ہے، تیرا مقام اعلیٰ و ارفع ہے، تو بے شک جہاں مرضی جا، جس بھی گھاٹ کا پانی پی لیکن یہ بات ملحوظِ خاطر رہے کہ نجات کا واحد ذریعہ لاالہ ہے۔ قرآن کریم ہی کی تعلیم سے منزل ملے گی اور قرآن کریم کا جیتا جاگتا ثبوت حضورِ اقدس ﷺ کی ذات ہے۔ اللہ جل شانہ خود فرماتا ہے کہ "اِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ o(36)اور بے شک آپ بڑے عظیم اخلاق کے مالک ہیں"۔ اور کیوں نہ ہو آپ

ﷺ مکارم اخلاق کے اعلیٰ مدارج کی تعلیم وتربیت کے لیے مبعوث فرمائے گئے۔ آپ ﷺ کی ذات سے ہمیں حسنِ اخلاق، خودی، فقر وفاقہ، قناعت، عجز وانکسار کا درس ملتا ہے۔ یہ ہماری نجات کا راستہ ہے، اسی پر عمل کر کے کوئی بھی انسان، کامل انسان بن سکتا ہے، لازوال شہرت حاصل کر سکتا ہے اور دُنیا میں امر ہو سکتا ہے:

زندگانی ہے صدف، قطرۂ نیساں ہے خودی وہ صدف کیا کہ جو قطرے کو گُہر کر نہ سکے
ہو اگر خودنگر و خودگر و خودگیر خودی یہ بھی ممکن ہے کہ تُو موت سے بھی مر نہ سکے(37)

حوالہ جات وحواشی:

1۔اقبال، محمد(1994ء)، بانگِ درا،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۲۳۳

2۔اقبال، محمد،(1994ء)،بالِ جبریل،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۳۷۳

3۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۵۹۹

4۔اقبال، محمد،(1994ء)،بالِ جبریل،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۴۳۵

5۔ایضاً،

6۔ایکسپریس ٹریبیون،(۱۸، جنوری۲۰۱۵ء)،لاہور

7۔اقبال، محمد(1994ء)،ارمغانِ حجاز،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۱۴

8۔اقبال، محمد(1994ء)، بانگِ درا،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۲۵۳

9۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۵۹۸

10۔اقبال، محمد،(1994ء)،بالِ جبریل،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص48۴۔

11۔ایضاً،ص۴۴۸۔

12۔القرآن،سورۃ الفجر۔آیت15۔16

13۔عبداللہ،ابو،بخاری،محمد بن اسماعیل، صحیح بخاری،جہاد کا بیان؛حدیث نمبر۲۸۸۷

14۔اقبال، محمد(1994ء)،ارمغانِ حجاز،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص32

15۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان،ص۵۰۳

16۔عبدالحکیم، خلیفہ،(1968ء)، فکرِ اقبال،لاہور،بزمِ اقبال،ص288

17۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۵۸۵

18۔اقبال، محمد،(1994ء)،بالِ جبریل،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۴۱۴

19۔ایضاً، ص۳۵۳

20۔ایضاً، ص۴۸۶

21۔ایضاً، ص۳۶۴

22۔ایضاً، ص۳۹۶

23۔اقبال، محمد(1994ء)،اسرار و رموز، کُلیاتِ اقبال:فارسی،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۱۹

24۔فقیر،وحید الدین،(1922ء) روزگارِ فقیر،لاہور، ص37

25۔ناموس، شجاع،(جولائی2004ء)،اقبال کا پیغام: اقبالیات،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص21

26۔اقبال، محمد(1994ء)،پیامِ مشرق،کُلیاتِ اقبال:فارسی،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۲۰۳

27۔اقبال، محمد(1994ء)،اسرار و رموز، کُلیاتِ اقبال:فارسی،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۱۷۳

28۔خاں،غلام مصطفیٰ،(2016ء)، اقبال اور قرآن،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۱۲

29۔بحوالہ،فاروقی، محمد طاہر،(1966ء)، افکارِ اقبال،لاہور، ص۹۹

30۔فاروقی،عباد اللہ،(اکتوبر ۱۹۷۲ء تا جنوری ۱۹۷۳ء)،اقبال،لاہور، ص۴۹

31۔اقبال، محمد،(1994ء)،بالِ جبریل،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۴۰۲

32۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۶۸۷

33۔جاوید اقبال،(۱۹۹۶ء)افکارِ اقبال۔لاہور:سنگِ میل پبلیکیشنز، ص56

34۔خان،یوسف حسین،(1976ء)،روحِ اقبال۔نئی دہلی،غالب اکیڈمی،بھارت، ص152

35۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۵۷۳

36۔القرآن،سورۃ القلم۔آیت4

37۔اقبال، محمد(1994ء)،ضربِ کلیم،کُلیاتِ اقبال:اردو،لاہور،اقبال اکادمی پاکستان، ص۵۴۳